

گا کر اور نغمہ سنا کر ہوش اور وقار و تمکنت کو غارت کر ڈالتا ہے۔ یعنی حسین و جمیل  
ساتی کے ہاتھ سے شراب پی جائے تو نہ ایمان باقی رہتا ہے، نہ عقل اور گانے والے  
کے نعموں کی لت پڑ جائے تو عزت و وقار بھی ضائع ہو جاتے ہیں اور ہوش و حواس  
بھی۔

پھر اس عیش و نشاط کی حالت کیا ہے؟ رات کو مجلس آراستہ تھی، تو  
فرش کا ہر گوشہ باغبان کے دامن اور پھول بیچنے والے کے ہاتھ کی طرح پھولوں  
سے بھرا ہوا نظر آتا تھا۔

ساتی کی خوش خرامی ایسا پر لطف نظارہ پیش کرتی تھی، گویا نگاہ کے لیے  
جنت کا منظر پیدا ہو گیا تھا اور سارنگی کی سُر ملی آواز میں اتنی لذت تھی،  
گویا کانوں کے لیے فردوس آراستہ ہو گیا تھا۔

یہ تو رات کی کیفیت تھی، لیکن صبح کو دیکھتے ہیں تو محفل میں نہ وہ سرور و شادانی  
نظر آتی تھی، نہ وہ ہوش و خروش سناٹی دیتا تھا۔

مجلس درہم برہم ہو چکی تھی، اس کی بساط الٹ گئی تھی۔ جو شمع رات بھر  
جلتی رہی تھی، وہ گل ہو چکی تھی، گویا رات کی مہنگامہ آرائی سے محرومی کا ایک  
داغ بن کر رہ گئی تھی۔

پورے قطعے میں دو منظر پیش کیے گئے ہیں۔ پہلا اس وقت کا، جب مجلس  
کی رونق عروج پر تھی، دوسرا اس وقت کا، جب ساری رونق اور چہل پہل ختم  
ہو چکی تھی، سناٹے اور ہُو کا عالم باقی رہ گیا تھا۔ مولانا طباطبائی نے بالکل درست  
لکھا ہے، آخر کے دو شعر اس سبب سے زیادہ بلیغ ہیں کہ ان کا اثر گرفتگی خاطر  
ہے اور جو گرفتگی و اشد کے بعد ہو، اثر قوی رکھتی ہے۔

۱۳۔ لغات۔ سریرِ خامہ : وہ آواز جو لکھتے وقت قلم سے پیدا ہوتی

ہے۔ قلم سے مراد کلک ہے، جس سے غالب کے زمانے میں لکھا جاتا تھا۔  
انگریزی قلم یا انڈی پینڈنٹ نہیں۔